ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ڈاکٹر محمد اجمل دانش
لیکچرار شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ پوسٹ گریجویٹ کالج، سانگلہ ہل
ڈاکٹر عرفان توحید
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور
جاوید اقبال
لیکچرار شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

مولانا ظفر علی خاں کی زندانی نثر اور "ستارۂ صبح"

Dr.M.Ajmal Danish
Lecturer Department of Urdu, Govt Islamia Post Graduate College, Sangla Hill.
Dr.Irfan Tauheed
Assistant Professor, Department of Urdu, Leads University, Lahore.
Javed Iqbal
Lecturer, Department of Urdu, Leads University, Lahore.

Maulana Zafar Ali Khan's prison writings & "Sitara-e-Subah"

Mulana Zafar Ali Khan is considered one of the distinguished Indian personalities of 20th century. During his whole life he served the literature and adopted journalism as a profession. He was inconsistent but he had God gifted ability of writing and poetry. He practically participated in politics and had to go to through the torture of prison. But he carried on his literal activities during prison which added valuable prosaic and poetic creations in Urdu literature. In this essay we are going to discuss about his prison life shortly and try to analyze his created prison literature. Undoubtedly, Molana Zafar Ali Khan was a great intellectual, poet, journalist and translator. "Sitar-e-Subhu" is an remarkable literally journal published and edited by Molana Zafar Ali Khan during his house arrest."

Key Words: *Indian, Persolities, Served, Literature, Journalism, Profession.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ظفر علی خان، وزیر آباد کے قریبی گاؤں مہر تھ[۱] میں ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت کی تاریخ کے تعین میں اختلاف ہے۔ بعض محققین کے مطابق ان کی تاریخ ولادت ۱۷ جنوری ۱۸۷۴ء ہے۔[۲] اپنے والد کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ اس لیے والد (مولوی سراج الدین احمد) نے "خدا داد" نام رکھا لیکن ظفر علی خان کے دادا، مولوی کرم الٰہی نے علم الاعداد کے حساب سے "ظفر علی" نام رکھا۔ گھر کا ماحول علمی و ادبی اور والد سراج الدین احمد، اردو کی خدمت کے جذبے سے سرشار تھے۔ شعر و ادب کے ذوق کے ساتھ ساتھ صحافی بھی تھے اور "زمیندار" کے مدیر بھی۔ اسی ماحول میں ظفر علی خان کی پرورش ہوئی اور حریت فکر و نظر کی دولت، وراثت میں انھیں اپنے والدِ گرامی سے ملی۔

ظفر علی خاں نے مڈل وزیر آباد او میٹرک پٹیالہ سے کیا۔ کچھ عرصہ محکمہ ڈاک میں ملازمت کی پھر مزید تعلیم کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ جہاں مولانا شبلی نعمانی اور پروفیسر آرنلڈ سے کسبِ فیض کیا۔ ۱۸۹۵ء[۳] میں بی۔اے کرنے کے بعد حیدر آباد دکن چلے گئے اور نظام حیدر آباد دکن کے ہاں ملازمت اختیار کر لی وہاں میر عثمان علی خان کے اتالیق بھی رہے۔ ریشہ دوانیوں کا شکار ہوئے اور کچھ متلون مزاجی اور آزادہ روی کی بنا پر ملازمت جاری نہ رکھ سکے۔ ذاتی کاروبار کی کوشش کی لیکن اس میں بھی کامیابی نہ ملی۔ والد کی وفات کے بعد "زمیندار" کے مدیر ہو گئے۔ اخبار کو روزنامہ بنایا، کرم آباد سے لاہور لائے، صحافت کو ہی بطور پیشہ اختیار کیا۔ بیسویں صدی کے اہم رہنماؤں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ تحریکِ خلافت، سانحہ مسجد شہید گنج، سانحہ مسجد کان پور اور احمدی مخالف تحریک کے سرگرم لیڈر ہونے کی وجہ سے متعدد دفعہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اسیری کا زمانہ درج ذیل ہے:

"۱۔ زمانہ نظر بندی: ۴/اکتوبر ۱۹۱۴ء تا دسمبر ۱۹۱۹ء، کرم آباد، وزیر آباد، تاہم خصوصی حالات (۱۹۱۷ء) لاہور آ کر انہیں اپنا ادبی رسالہ ستارۂ صبح نکالنے کی اجازت تھی۔

۲۔ ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۰ء تا دسمبر ۱۹۲۴ء چار سال ایک ماہ تین دن تحریکِ عدم تعاون کے سلسلہ میں اسیر فرنگ رہے۔

۳۔ ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۱ء (ایک سال کی قید حالانکہ حکم اسیری تین سال کے لیے تھا)

۴۔ تحریکِ کشمیر کے سلسلہ میں ۱۹۳۱ء کے آخر میں ایک ماہ کی جیل۔

۵۔ ۱۹۳۵ء مسجد شہید گنج کے سانحہ میں ڈیڑھ برس کی نظر بندی"[۴]

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مجلس احرار کے بانیوں میں تھے لیکن بعد میں اختلافات ہو گئے۔ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا۔ اقبال سے خاص تعلق تھا۔ قدرت نے شعر و نثر کی تخلیق میں خاصی مہارت عطا کی۔ قلم برداشتہ شعر کہتے اور نثر لکھتے۔ ظفر علی خان نے ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ مشکل بحروں اور سنگلاخ زمینوں میں طویل نظمیں لکھنے میں کمال حاصل تھا۔ تراکیب وضع کرنے اور محاورات کے برجستہ استعمال پر انھیں قدرت حاصل تھی۔ زبان و بیان پر عبور رکھتے تھے۔ صحافی ہونے کے باعث ان کی شاعری بھی صحافتی تقاضوں کے تابع تھی، اس لیے زیادہ تر نظمیں ہنگامی موضوعات پر ایک خاص دور کے لیے تھیں[۵] لیکن ان کی شاعری کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ فکری و نظری اختلافات کی گنجائش ہر صاحبِ فکر و نظر سے بہر حال ہمیشہ رہتی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ مولانا ظفر علی خان نے خود کو اسلامیانِ ہند کی ملّی، سیاسی نیز ادبی خدمات کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ ایک بھرپور اور شاندار زندگی گزار کر مولانا نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ۲۲ دسمبر ۱۹۵۶ء میں[۶] اس دارِفانی سے رخصت ہوئے۔ مزار ان کے آبائی گاؤں کرم آباد، وزیر آباد میں ہے۔

تصانیف

چمنستان بہارستان خیالستان حبسیات ارمغانِ قادیان

بطور نثر نگار بھی مولانا نے تین جہتوں

۱۔ مترجم ۲۔ مصنف ۳۔ صحافی

اچھا خاصا نثری مواد تخلیق کیا اور فکری، معنوی اور ادبی حوالوں سے اردو نثر کے دامن کو وسعت عطا کی۔"[۷]

آمدہ صفحات میں مولانا ظفر علی خان کی قید و بند کے دوران تخلیق کردہ نثری تحریروں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

ستارۂ صبح

۲۰ ستمبر ۱۹۱۴ء کو لندن میں ایک سال قیام کے بعد مولانا ظفر علی خان[۸] لاہور پہنچے۔ اسی اثناء میں "کوٹا گاٹامارو" نامی جہاز کا واقعہ پیش آیا۔ جس میں "غدر پارٹی"[۹] کے سکھ محب وطن اپنے گھروں کو واپس آرہے تھے۔ ظفر علی خان نے اس نازک موقع پر مسٹر ٹالسٹن ڈپٹی کمشنر لاہور کی وساطت سے حکومت کو ایک خط لکھا کہ محب وطن سکھوں کے معاملہ میں سختی اور شدت سے کام نہ لیا جائے۔ یہ مخلصانہ مشورہ حکومت کو پسند نہ آیا اور ڈپٹی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کمشنر نے ملاقات کی خواہش ظاہر کر کے مولانا کو بلایا اور پھر انہیں کرم آباد میں نظر بند کر دیا۔ اس نظر بندی کا آغاز ۷/ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو ہوا۔ "زمیندار" حکومت کی نظروں میں کھٹکتا تھا اور "زمیندار" کو جاری رکھنے کے لیے گورنمنٹ نے بیس ہزار روپے کے مچلکے اور بیس ہزار کی شخصی ضمانت طلب کر لی۔(۱۰) کرم آباد میں نظر بندی کے دوران ظفر علی خان کو بطور مدیر زمیندار کام کرنے سے روک دیا گیا۔ اخبار کی پیشانی پر ان کا نام بطور "مالک زمیندار" شائع ہوتا رہا اور بعد میں انہوں نے ملکیت بھی اپنے زوجہ کے نام منتقل کر دی۔ "زمیندار" پر حکومت کی سختیاں بڑھتی گئیں جس کی وجہ سے "زمیندار" کی اشاعت روک دی گئی۔ "زمیندار" کے بعد مارچ ۱۹۱۶ء(۱۱) میں "لمعات" کے نام سے ایک نیا اخبار جاری ہوا لیکن حکومت نے اسے بھی "زمیندار" کا قائم مقام قرار دے کر بند کر دیا۔

مولانا ظفر علی خان کرم آباد میں نظر بند تھے، باغبانی اور کھیتی باڑی میں مصروفیت کے باوجود سیاسی و علمی مصروفیات کے لیے سر گرمِ عمل تھے لیکن سیاست کی انھیں ہر گز اجازت نہ تھی۔ کسی بھی قسم کی سیاسی بیان بازی پر پابندی تھی اور سیاسی تقریر کا تو تصور بھی نہ تھا۔ ایسے میں انھوں نے "دائرہ معارفِ شرقیہ" کی داغ بیل ڈالی، حکومت نے اس کی اجازت بڑی مشکل سے دی لیکن یہ کام بھی ادھورا رہا۔ ظفر علی خان نے حکومت سے ایک ادبی رسالہ جاری کرنے کی اجازت مانگی اس ضمن میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار رقم طراز ہیں:

> "آخر کرم آباد سے ایک ہفتہ وار ادبی رسالہ نکالنے کی اجازت اس شرط کے ساتھ ملی کہ اس پرچے میں سیاسی مسائل زیر بحث نہیں آئیں گے۔ یوں پہلا شمارہ (ستارہ صبح) ۱۲ نومبر ۱۹۱۶ء کو کرم آباد سے نکلا۔"(۱۲)

"ستارۂ صبح" کا دوسرا شمارہ لاہور سے شائع ہوا۔ ظفر علی خان کرم آباد سے رسالے کو مرتب کرتے تھے اور اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور سے چھپ کر دفتر "ستارہ صبح" ریاض بلڈنگ لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ رسالے کے طابع منشی عبدالرشید اور ناشر محمد نور الحق تھے۔ اس طرح نظر بندی کے باوجود ظفر علی خان نے اردو ادب کی ترویج کے لیے کام کیا اور ان کے علمی و ادبی جواہر ریزے ملک کے گوشے گوشے میں بکھرنے لگے۔ ۲۳ مئی ۱۹۱۷ء کو دورانِ نظر بندی مولانا ظفر علی خاں کو کتے نے کاٹ لیا جس کی وجہ سے علاج کے لیے انہیں شملہ کے قریب ایک مقام "کسولی" جانے کی اجازت ملی یوں عارضی طور پر ستارۂ صبح کی اشاعت تعطل کا شکار ہوئی۔ آخرِکار سر مائیکل اوڈوائر لیفٹیننٹ گورنر پنجاب نے ظفر علی خان کی نظر بندی ختم کر دی۔ اس کے بعد "ستارۂ صبح" کو روزنامہ کر دیا گیا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

(پہلے ہفت روزہ تھا) یوں "ستارہ صبح" کے ۱۲ نومبر ۱۹۱۶ء سے لے کر ۲۳ مئی ۱۹۱۱ء تک کے چند دستیاب شماروں کا جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

۱۲ر نومبر ۱۹۱۶ء کا "ستارہ صبح"

۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۲ نومبر ۱۹۱۶ء کو "ستارہ صبح" کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ رسالہ خاصا ضخیم ہے اور درمیانے سائز کے ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ اول پر ظفر علی خاں "مدیر" نے دائرہ معارف شرقیہ کا تعارف پیش کیا ہے۔ عربی زبان کی اہمیت پر زور دے کر عوام الناس سے ۵ روپے چندہ کی اپیل بھی کی ہے تا کہ یہ کارِ خیر سرانجام دیا جاسکے (جو کہ نہ دیا جاسکا) عرضِ حال میں انگریزوں کی علم دوستی[۱۳] کو سراہتے ہوئے انگریزی حکومت کے علمی کارناموں کو یوں سراہا ہے۔

۱۔ ہندوستان میں بہتر تعلیمی سہولتیں بہم پہنچائیں اور مسلمانوں کو تعلیم کی طرف راغب کرنے کے لیے وظائف مقرر کیے۔

۲۔ پنجاب کے لیے مشرقی یونیورسٹی بنائی۔

۳۔ ولایت میں تعلیم کے لیے وظائف دیے۔

۴۔ اُردو زبان کی سرپرستی کی۔

دو "انگریزی احسانات" بڑے اہم ہیں جن کا شکریہ ظفر علی خان نے ادا کیا۔ دیکھئے:

"تحقیق مشرقیات کے لیے انگلستان میں دو انسٹی ٹیوٹ کھلوائے جن میں ایک پروفیسر مار گولیتھ کی تحریک کا نتیجہ ہے اور دوسرے کے محرک لارڈ کرزن اور لارڈ کرومر ہیں۔ نیز انگلستان سے پروفیسر مار گولیتھ کو ہندوستان بلوایا جارہا ہے تا کہ وہ اہل ہند کو اسلامی تاریخ کے واقعات سنائیں۔"[۱۴]

شمارہ اول کے صفحہ ۶ پر "موتیوں کی لڑی" کے عنوان خاصی پر لطف ادبی تحریر ہے۔ جس میں شاعرانہ نثر سے مضمون کا آغاز کر کے آنحضرت ﷺ اور جنابِ خدیجہ الکبریٰؓ کے نکاح کے واقعات کو ادبی پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ صفحہ نمبر ۹ سول اینڈ ملٹری گزٹ[۱۵] کی ایک خبر کے حوالہ سے مضمون "نقیب زمستان" تحریر کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں موسمی تغیر، پرندوں اور حشرات کے بارے میں دلچسپ باتیں درج ہیں۔ صفحہ ۱۱ پر "ترجمان القرآن" کے عنوان سے مختلف آیات کی تفسیر ہے۔ "تعارفِ لطیفہ" ایک تاریخی مضمون ہے۔ ایک مضمون بہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

عنوان "عہد عتیق، فرزندانِ ہندوستان ذرہ سے آفتاب" ہندوستان کی تاریخ کے بارے میں ہے۔ "کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا" بھی ادبی اور نیم تاریخی شذرہ ہے۔ عام روش پر عمل کرتے ہوئے "تبصرہ مطبوعات و مخطوطات" بھی خاصے کی چیز ہے۔ جس میں چند عربی اور اردو کتابوں پر تبصرہ ہے۔

صفحہ نمبر ۳۹ پر مضمون(۱۶) "ہندو فلسفہ" میں ہندوؤں کی حقیقت شناسی کو سراہا ہے اور مختلف ہندو فلسفیانہ مفاہیم پر بحث کی ہے۔ "حدیث المائدہ" میں کھانے کے آداب درج ہیں۔ بزم آخر میں ہندوستان کی گزشتہ صدی (انیسویں صدی) کے اہم واقعات کا احوال ہے۔ رسالے کے اختتام پر مولانا ظفر علی خاں کے علاوہ لکھی ہوئی واحد تحریر "دائرہ معافِ مشرقیہ کا خیر مقدم" دورہ اور اس کی رپورٹ ہے۔ جسے مسٹر اختر علی خان نے لکھا ہے۔ اس مضمون میں اختر علی خان اور ان کے ایک ساتھی مسٹر عنایت اللہ تاجر وزیر آباد کے سفر کی روداد ہے جو انہوں نے "معارف مشرقیہ" کے تعارف اور اس کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں پیسوں کی فراہمی کے لیے کیا۔ مسٹر اختر علی خان (مولانا ظفر علی کے صاحبزادے اور ان کے بعد "زمیندار" کے ایڈیٹر) راولپنڈی اور مری کی مختصر تاریخ بیان کی ہے اور علمی سلسلہ مذکورہ کے لیے مالی اعانت کرنے والوں کے اسمائے گرامی شائع کیے ہیں۔

پہلا شمارہ ہونے کی حیثیت سے "ستارہ صبح" کے اس پرچے میں ادبیت کے فقدان کے ساتھ ساتھ ترتیب کی بھی کمی دکھائی دیتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ مختلف نوعیت کے مضامین کو جمع کر کے رسالے کی افادیت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس میں ظفر علی خان کافی حد تک کامیاب رہے۔ فنی نوعیت کی یہ کمیاں بعد کی اشاعتوں میں پوری ہوئیں۔ آمدہ سطور میں چند شماروں کا مختصر جائزہ اور پھر تنقیدی نقطہ نظر حوالہ رقم کیا جائے گا کیونکہ طوالت کے خوف سے مکمل شماروں کا تجزیہ ممکن نہیں۔(۱۷)

ستارہ صبح کے دیگر شمارے

"ستارہ صبح" کا دوسرا شمارہ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء کو شائع ہوا۔(۱۸) صفحہ اوّل پر ایک نظم ہے بعنوان "انسان خود ایک جہان ہے" صفحہ دوم سے "جواہر ریزے" کے عنوان سے ایک تحریری سلسلہ شروع کیا بعد میں مستقلاً یہی سلسلہ دوسرے شماروں میں صفحہ اوّل پر آ گیا اور "جواہر ریزے" نے ملک بھر میں بھرپور شہرت حاصل کی اور یہی بعد میں "ستارہ صبح" کی ادبی شہرت کا سبب بنا۔ مذکورہ شمارہ کے "جواہر ریزے" میں ظفر علی خان نے مثالیں دے دے کر انسائیکلوپیڈیا کی اہمیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جواہر ریزے کے اختتام پر جنابِ میر فرحت علی کا "مادہ تاریخ" بھی شامل ہے جو انہوں نے حیدر آباد دکن سے ارسال کیا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بارک اللہ ظفر علی خاں نے
آج جاری کیا "ستارہ صبح"
فکرِ تاریخ ہے جو اے فرحت
کہہ دو روشن ہوا "ستارہ صبح"(۱۹)

"ترجمان القرآن" کے عنوان سے پھر دینی تحریر ہے۔

"نمونہ باز" میں ظفر علی خاں نے طنز و تعریض کے نشتر تیز کیے ہیں۔ نمونہ تحریر دیکھئے:

"مشرقی تمدن نے اپنے آخری دور میں انواع و اقسام کے بے فکروں کے کچھ گروہ پیدا کر دیے ہیں جو اپنے اسلاف کی شاندار روایتوں کو تو خیر گلدستہ طاقِ نسیاں بنا ہی چکے تھے لیکن زمانہ کی موجودہ روش کی طرف سے بھی انہوں نے آنکھوں پر خود فراموشی کی پٹی ایسی کس کر باندھ لی تھی کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہو رہا تھا ان کے لیے بمنزلہ عدم تھا۔"(۲۰)

"ستارہ صبح" کے صفحات میں جگہ جگہ مولانا ظفر علی خان کی شاعری بھی بکھری پڑی ہے جو ابھی تک مدون نہ ہو سکی۔ ایک مبسوط مضمون "تاریخ اسلام" کے عنوان سے ہے جو لائق مطالعہ ہے۔

"خدا کا ہندو تصور" بھی اچھا خاصا علمی مضمون ہے۔ ظفر علی خان کی عربی ادب سے دلچسپی بھی بہت زیادہ تھی اور "ستارہ صبح" کے صفحات میں گاہے گاہے انہوں نے خوشہ چینی کی ہے۔ ایسی ہی ایک تحریر "ادب العرب"(۲۱) ہے۔ "حدیث المائدہ" کے عنوان سے ایک مضمون شمارہ نمبر ۲ میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ جس میں انیسویں اور بیسویں صدی کی تہذیبی شخصیات کا دلچسپ ذکر ہے۔ شمارہ نمبر ۲ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ بعد کے شماروں میں ایک حسنِ ترتیب آ گیا اور صفحہ اول پر "جواہر ریزے" کے ساتھ "فہرست مضامین" بھی درج ہے۔ شمارہ نمبر ۷(۲۲) دیکھئے:

جواہر ریزے صفحہ ۹، اسمائے بنت شہاب، ۵، ہنوز اور مسئلہ آفرینش کائنات ص ۱۳، تبصرہ ص ۱۷، علمائے عرب کی تحقیقات کا نمونہ ۲۳، اشتہارات ۲۹، یوں ضخامت کے لحاظ سے شمارہ نمبر ۱۱ اہم ہے اس کی ضخامت ۵۲ صفحات ہے۔

اسی طرح ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء کو شمارہ نمبر ۲۳/ اور ۲۴ کو اکٹھا چھاپا گیا(۲۳) اس کی ضخامت ۲۷ صفحات ہے۔ شمارہ ۲۳ خود مولانا ظفر علی خاں کے ذوق سلیم کی نذر ہو گیا۔ چراغ حسن حسرت بھی مولانا کی اس عادت کو بیان کرتے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

تھے کہ بعض دفعہ ظفر علی خاں "زمیندار" کی اشاعت بھی رکوا دیتے کہ انہیں فلاں فلاں امور[۲۴] پسند نہیں سو شمارہ نمبر ۲۳ بھی ظفر علی خاں کی وجہ سے شائع نہ ہو سکا۔

۱۶ مئی ۱۹۱۷ء کے اس مشترکہ شمارے (۲۴،۲۳) میں "جواہر ریزے" میں ظفر علی خان نے ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ "اردو، ہندی تنازعہ" ختم نہیں ہوا بلکہ اس کی بازگشت اس زمانے میں بھی سنائی دے رہی ہے۔ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "اردو کے قصرِ زر نگار کو ڈھانے اور اس کے کھنڈروں پر ہندی کے سر بہ فلک محل تعمیر کرنے کا خواب اگرچہ بڑا ہی دلفریب ہے لیکن کبھی کبھی کابوس بن کر نظارگیوں کو ڈرا بھی دیتا ہے۔ ہر دوئی میں "ہندی سہتیا سمیلن" کے نام سے ایک مجلس قائم ہے جو ممالکِ متحدہ آگرہ و امروہہ میں ہندی کو فروغ دینا چاہتی ہے۔"[۲۵]

انہوں نے مجلس مذکورہ کے اہم رکن ٹھاکر راجندر سنگھ کی تقریر کا حوالہ بھی دیا ہے کہ کس طرح وہ اردو کی بیخ کنی اور "ہندی" کے فروغ کا جذبہ اور جذبات رکھتے ہیں۔ اس شمارے میں مولوی عبدالحق سیکرٹری انجمن ترقی اُردو کا مضمون "مقدمہ دریائے لطافت"[۲۶] خاصے کی چیز ہے۔

۲۷ صفحات پر مشتمل اس شمارے کے بعد "ستارہ صبح" کی اشاعت میں تعطل پیدا ہو گیا کیونکہ ۲۳ مئی ۱۹۱۷ء کو ظفر علی خان کو کتے نے کاٹ لیا جس کے بعد وہ کسولی (شملہ) علاج کے لیے گئے اور پھر بعد میں لیفٹیننٹ گورنر پنجاب مائیکل اوڈوائر نے ان کی نظر بندی ختم کر دی اور ۱۸/ اگست ۱۹۱۷ء کو انہوں نے لاہور سے پھر ستارہ صبح کی اشاعت کا آغاز کیا۔[۲۷]

اگر تنقیدی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو مولانا ظفر علی خان نے نظر بندی کے زمانے کو بھی ضائع کرنے کی بجائے اُردو کی خدمت کی ٹھانی اور انگریزی حکومت کی اجازت سے سیاسی موضوعات سے اجتناب کرتے ہوئے ادبی حوالے سے "ستارہ صبح" کا اجراء کیا۔ بعض لوگ ان کی درخواست کو جو انہوں نے رسالہ کی[۲۸] اشاعت کے لیے انگریز گورنر کو دی، ظفر علی کی انگریز دوستی پر محمول کرتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ نظر بندی کے ایام میں ان کو علمی مصروفیات درکار تھیں جس سے بلاشبہ اُردو کی خدمت بھی ہو گئی۔ وہ سر مائیکل اوڈوائر کے اس علمی احسان کو نہ بھولے۔ یہ ان کی عالی ظرفی کا ثبوت ہے۔ درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیے:

کرم آباد کو سرمائیکل نے
بنایا ہے مری علمی حوالات
اگر اس وقت میں آزاد ہوتا
دکھا سکتا نہ شاید یہ کمالات
نہ ہوتی ترجمے کی مجھ کو فرصت
کتابوں میں نہ کٹتے میرے دن رات
نہ ہوتا نعت ہی کا سر میں سودا
نہ دل ہی سے نکل سکتی مناجات
پرو سکتا نہ موتی روز ایسے
چمک سے جن کی ہیں شمس و قمر مات
گنواتا شاید اپنے وقت کو میں
دلاتی شرم مجھ کو میری اوقات
عَلی ان تکرھوا شیئًا کی تاویل
سمجھاتے یوں ہیں قرآن کے اشارات(۲۹)

یکم جنوری ۱۹۱۷ء کے ''ستارہ صبح'' میں ''ستارہ صبح'' ہی کے عنوان سے ایک نظم ہے جو ظفر علی خاں کے احساسات کی ترجمانی کرتی ہے۔

بنا ہی دائرہ ہم نے لیا معارف کا
محال ہے کہ ہمارا کوئی ادارہ نہ ہو
کہاں سے لاؤں مضامین غیب کی سرخی
علی الصباح اگر چائے کا غرارہ نہ ہو
نہ کھل سکے گی زباں عندلیب شیدا کی
بہار کا اسے جس وقت تک اشارہ نہ ہو
بلند ہے تری ہمت تو باز بن کے دکھا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مگر کبھی بھی کلاغ طفیل خوارہ نہ ہو
منگاو پرچہ مگر چندہ ہضم کر جاو
یہ کارِ خیر ہے اس میں تو استخارہ نہ ہو
جمالِ ماہ بھی ہے اور جلال مہر بھی ہے
ستارہ ہی نہیں جو صبح کا ستارہ نہ ہو
خدا ہو ساتھ تو طوفان زدوں کو کیا ڈر ہے
نظر کے سامنے دریا کا گر کنارہ نہ ہو(۳۰)

"ستارہ صبح" میں سیاسی خیالات پر پابندی تھی لیکن ادبی اور سماجی حوالوں سے انہیں آزادی حاصل تھی اور اس کا انہوں نے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ چنانچہ "ستارہ صبح" کی اشاعت پر اس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے ظفر علی خان رقم طراز ہیں:

> "اس اخبار کے ذریعے ہندوستان کے ہر قوم و ہر جماعت کی خدمتِ علمی پیش نہادِ خاطر ہے۔ یہ ہندو مسلمانوں کا مشترکہ اخبار ہے۔ یہ عام فرزندانِ ہند کی علمی وراثت ہے۔ یہ ایک جانب کرشن کے فلسفہ، بھیشم تپامہ کے اخلاق، منو کے قانون بودھ کے تقویٰ، براہمہ اقدمین کی برہم و دیا کی میراشت ہے اور دوسری جانت اسلام اور اس کے انوار معرفت کا آئینہ دار ہے۔"(۳۱)

"ستارہ صبح" کے اہم مباحث

حوالہ مذکورہ بالا کو مدنظر رکھا جائے تو "ستارہِ صبح" کے شماروں میں درج ذیل امور بالعموم زیر بحث لائے گئے ہیں:

۱۔ ادبی حوالوں سے

۲۔ تاریخی حوالہ سے:

اس کی مزید تقسیم بہ لحاظِ عنوان کی جائے تو ان مباحث کو یوں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

ا۔ ہندوؤں کی مذہبی تاریخ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ب۔ مسلمانوں کی تاریخ

ج۔ اسلامیانِ ہند کی ملّی و مذہبی تاریخ

۳۔ "معارف مشرقیہ" بھی "ستارہ صبح" کا ایک اہم موضوع رہا لیکن بد قسمتی سے یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ اس کی ناکامی کے اسباب و عوامل کی کھوج بہ لحاظ موضوع ایک علیحدہ تحقیقی کام ہے۔

۴۔ مولانا ظفر علی خان کی شاعری اور بطور تنقید نگار کتابوں پر ان کے تبصرے۔

۵۔ قادیانی تحریک کی مخالفت

۶۔ بعض اُمور میں اختلافات کے باعث خواجہ حسن نظامی اور علامہ اقبالؒ کے علمی اختلافات اور اس بحث میں ظفر علی خاں کی اقبال کے حق میں تحریریں۔

۷۔ تنازعہ کشمیر اور کشمیریوں پر ڈوگرہ مظالم پر بھی ظفر علی خاں نے کھل کر کشمیری مسلمانوں کے حق میں لکھا۔

۸۔ اُس عہد کے دیگر اہم اہلِ علم کی علمی و ادبی تحریریں جو اُن کے مطبوعہ کام میں شامل نہیں۔

مختصر اًدیکھا جائے تو ظفر علی خان نے نظر بندی کے دوران "ستارہ صبح" شائع کر کے اہم کارنامہ سرانجام دیا۔ یہ شمارہ بلاشبہ اپنے عہد کی علمی، ادبی اور ثقافتی زندگی کی تاریخ ہے۔ مقامی ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر ظہور پذیر ہونے والے علمی و ادبی واقعات بھی ظفر علی خاں کے قلم سے دامن نہ بچاسکے۔ "ستارہ صبح" کا مستقل عنوان "جواہر ریزے" قارئین میں بہت مقبول ہوا۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے بقول:

> "ستارہ صبح" کا ایک مستقل عنوان "جواہر ریزے" تھا۔ جس میں ظفر علی خاں مختلف علمی، ادبی، تاریخی اور دینی مسائل پر اظہار خیال کرتے تھے۔"(۳۲)

ظفر علی خاں، اقبال سے ملاقاتوں کی روداد "جواہر ریزے" میں شائع کرتے جس کو قارئینِ اُردو میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ خود ظفر علی خاں شاعری میں بھی اقبال کے رنگ کا تتبع کرتے۔

۲۳ نومبر ۱۹۱۷ء کے "ستارہ صبح" میں "توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند" کے عنوان سے ایک نظم شائع ہوئی جس میں اقبال کے "باغی مرید" کا رنگ نمایاں ہے۔ غلام حسین ذوالفقار کے بقول ظفر علی خاں کی اس نظم کو اقبال کی نظم سے تقدم زمانی حاصل ہے۔

چند اشعار دیکھئے:

ہم کو تاکید ہے تصوف کی
کہ بدنیاے دوں خیال مبند
ہم رہیں جھونپڑوں کے اندر اور
آپ کا قصر ہو رفیع و بلند(۴۳)

"تصوف" کے مباحث اور "محی الدین ابن عربی" کے حوالہ سے بھی نادر تحریریں ستارہ صبح کے اوراق میں بکھری پڑی ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے محققین سخت کوشی کی روایت کو اختیار کر کے اردو ادب کے پارینہ اور گم شدہ خزانوں کو ازسرِ نو زندہ کر کے قارئین اردو کی خدمت میں پیش کریں۔ بلاشبہ "ستارہ صبح" کو ادبی، تاریخی اور مذہبی حوالوں سے اپنے عہد کی ایک اہم دستاویز قرار دیا جاسکتا ہے جس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

"ستارہ صبح" ظفر علی خاں کی نظربندی ختم ہونے کے بعد "روزنامہ" ہو گیا تھا لیکن خواجہ حسن نظامی سے مخاصمت اور قادیانیوں کی زبردست مخالفت کی وجہ سے "ستارہ صبح" بھی سنسر کی زد میں آیا۔ اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۱۷ء کے شماروں میں سنسر کی(۴۴) وجہ سے قطع و برید کی گئی۔ آہستہ آہستہ یہ شمارہ بھی حکومت کی سختیوں کی زد میں آتا گیا۔ بعض دفعہ دن میں کئی دفعہ سنسر کی وجہ سے مضامین حذف کیے جاتے۔

حضرو کا مقدمہ، زندانی زندگی کے پانچ سال اور ظفر علی خاں کی زندانی نثر

شاعر کا یہ کہنا کہ سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے ظفر علی خاں کی زندگی پر صادق آتا ہے۔ شاعر، ادیب، سیاستدان، مترجم، شارح، تاریخ دان اور کہنہ مشق صحافی، غرض جس نوعیت سے بھی جائزہ لیجیے، ظفر علی خاں کی ہر جہت بے مثال ہے۔ تحریکِ خلاف کے ایک جلسہ میں (بہ مقام حضرو) تقریر کرنے پر، اُن پر مشہورِ زمانہ مقدمہ "حضرو بغاوت کیس" قائم کیا گیا جس کی طویل کارروائی کے بعد ۳۰ ستمبر ۱۹۲۰ء کو سماعت کے اختتام کے بعد ۲۷/ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو مقدمے کا فیصلہ سنایا گیا اور مختلف دفعات کے تحت دو مقدموں میں ظفر علی خاں کو سات سال قید بامشقت اور ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔ چند ماہ سنٹر جیل لاہور میں گزارنے کے بعد انہیں منٹگمری جیل (ساہیوال) میں رکھا گیا اور قید کا باقی زمانہ انہوں نے یہاں گزارا صرف مقدمات میں پیشی کے لیے انہیں دو مرتبہ لاہور لایا گیا۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ظفر علی خاں کی زندانی زندگی اور مشاغل کے حوالہ سے دو ذرائع اہم ہیں۔ ایک خود مولانا ظفر علی خاں اور دوسرے ان کے رفقاء جنہوں نے ان کے ساتھ قید میں زندگی بسر کی اور زنداں کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ اس سلسلہ میں آغا شورش کاشمیری اور اشرف عطاء کے اسمائے گرامی اہم ہیں۔

"قیدِ فرنگ"[۳۵] مولانا ظفر علی خاں کے زندانی ایام کا آئینہ ہے۔ اس کتاب کو آغا شورش کاشمیری نے مرتب کیا ہے اور بڑی تفصیل سے ظفر علی خاں کے ایامِ اسیری کو محفوظ کر دیا ہے۔ منٹگمری جیل سے ظفر علی خاں کو نومبر ۱۹۲۴ء میں رہا کر دیا گیا۔[۳۶] پانچ سال کی اس طویل اسیری میں ظفر علی خاں نے جیل میں جہاں پھول بوٹے لگائے وہاں قلم کو بھی مصروفِ کار رکھا۔

شاعری کے حولہ سے "حبسیات" کے عنوان سے ان کی زندانی شاعری شائع ہو چکی ہے لیکن اس کے بعد "ستارہ صبح" اور "زمیندار" میں "مسلم" کے نام سے شائع ہونے والی نظمیں ابھی تک تدوین کا رستہ دیکھ رہی ہیں۔ یہی حال ان کی زندانی نثر کا ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کے بقول:

"روحِ معانی" ان کے دو خطبات اور کچھ نظموں کا مجموعہ لاہور سے ایک ہی بار ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوا۔ "غلبہ روم" قرآنِ کریم کی سورہ روم کی تفسیر منٹگمری جیل میں لکھی گئی اور ایک ہی بار ۱۹۲۶ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ نظر بندی کے زمانہ میں "ستارہ صبح" میں شائع ہونے والے اور منٹگمری کے زندان میں لکھے جانے والے تاریخی تہذیبی و ادبی مقالے شائع بھی ہوے لیکن بہت سے غیر مدون مضامین ابھی تک "زمیندار" کے بوسیدہ اوراق میں بکھرے پڑے ہیں۔"[۳۷]

جو چنیدہ زندانی رشحاتِ قلم اشاعت کے مراحل سے گزر سکے ان ادبی مقالوں میں "حقیقت و افسانہ"، "لطائف الادب"، "حقائق و معارف" اور "جواہر الادب" شامل ہیں اور غیر مدوّن ادبی سرمائے میں اخباری اداریے، جواہر ریزے اور فکاہات و مکتوبات شامل ہیں۔

ظفر علی خاں کی زندانی نثر کے چند نمونے اور پھر ان کی نثر پر تنقیدی بحث مختصراً پیش خدمت ہے۔

نعتِ رسول مقبول ﷺ اور سیرت نگاری سے ظفر علی خاں کو خاص لگاؤ تھا وہ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ ان کی تحریروں میں نبی پاک ﷺ سے ایک گونہ عقیدت اور والہانہ محبت کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے جو قارئین کے قلبِ مضطر کو سکون عطا کرتی ہے۔ "لطائف الادب" کا یہ اقتباس دیکھئے:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"محمد مصطفیٰ ﷺ کی آمد آمد کا غلغلہ دنیا میں تین ہزار سال سے بلند تھا او وہ جنہیں مبدءِ فیاض نے گوشِ شنوا اور دیدۂ بینا عطا کیا تھا، خلیل آذر کے دست بدعا ہوتے ہی سمجھ گئے تھے کہ کائناتِ انسانی کی تخلیق کا منشاء زود و دیر پورا ہونے والا ہے۔"(۳۸)

"لطائف الادب" میں مولانا ظفر علی خاں کے قلم میں عشق رسالت مآب کے باب میں ایک وارفتگی کی کیفیت ہے۔ منٹگمری جیل کی ایذا رسانیوں نے ان کے قلبِ حزیں کو اور گداز کر دیا ہے اور نبی کریم ﷺ سے ان کی محبت کو مزید پختہ تر بنا دیا ہے۔ اسلامی تاریخی اور تاریخِ عالم کے تناظر میں انہوں نے سنجیدہ لیکن پروقار انداز میں آنحضرت ﷺ کی بعثت اور ولادتِ باسعادت کے پس منظر بیان کیے ہیں۔ عہدِ رسالت اور اسلامی تاریخ کے روشن واقعات کو ظفر علی خاں نے موجودہ عہد کے ادوار اور ہندوستان پر منطبق کیا ہے۔ انداز دیکھیے:

> "از بسکہ عالم رویا میں کوئی طاغوتی قوت حضور ختم المرسلین کی شکل اختیار کرنے پر قادر نہیں، یہ خواب از قبیل اضغاث احلام نہیں بلکہ مجملہ رویائے صادقہ تھا۔"(۳۹)

"لطائف الادب" میں "تحریک اتحاد تورانی" میں صلیبی جنگوں کے بارے میں ان کے خیالات حقیقت پر مبنی اور آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں۔ اسی باب میں انہوں نے شریفِ مکہ کی ترکوں سے غداری (؟) یا انگریزوں کے اکسانے پر خود مختاری نیز حجاز میں "السعود" کی حکومت پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔

"حقیقت و افسانہ" میں ان کا انداز اور اسلوبِ نگارش سراسر ادبی ہے۔ ذیل کی عبارت نثر میں شاعرانہ مرقع کشی کا ایک دلآویز نمونہ پیش کرتی ہے۔ اقتباس دیکھیے:

> "شام کا سہانا وقت تھا۔ ہوا کے جھونکے تازگی اور فرحت میں بسے ہوئے تھے۔ آسمان کا فیروزہ گوں دامن ابر کے ہر داغ، غبار کے ہر دھبے سے پاک و صاف تھا۔ دامن کوہ کے خود رو پھولوں سے بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی۔ سورج مغربی افق کے نارنجی آنچل میں اپنا منہ چھپانے کے قریب تھا اور اس کی تمام تجلیاں سمٹ کر پہاڑی کی چوٹی پر پھیل گئی تھیں جہاں سے ان کا عکس سمتِ مخالف کی زمردیں ڈھلوان پر پڑ کر کچھ بھیڑوں اور ان کے چرواہوں کو موجِ نور میں غوطہ دے رہا تھا۔"(۴۰)

"حقائق و معارف" میں قافیوں کی دلآویزی اور حروف کی صوتی تکرار اور الفاظ کے جوڑے پر کیف شاعرانہ رنگ پیدا کر دیتے ہیں۔ دو اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"وہ قوم جسے دنیا بداوت کی وحشیانہ زندگی بسر کرتے دیکھتی تھی۔ جس میں ساسانیوں کی عظمت وشان نہ تھی، رومانیوں کی آن بان نہ تھی، جو نا آشنائے فلسفہ افلاطون تھی، نا آشنائے حکمتِ سولون تھی، تہذیبِ متعارفہ سے جو بیگانہ تھی، وحشت وبداوت کی دیوانہ تھی، وہی قوم وہی غیر متمدن قوم جب شاعری کی دنیا میں آتی ہے تو اس کی زبان ابرِ رحمت بن کر حکمت کے موتی برساتی ہے۔"(۴۱)

حروف کی صوتی تکرار اور الفاظ کا چناؤ دیکھئے کہ کیا خوبصورت کیفیت پیدا ہوتی ہے:

"زمانہ ماضیہ کے تذکرے میں ہے کہ کیسے کیسے پیغمبر کیسے کیسے پادشاہ گزرے ہیں جن کی سیرتیں کس کس نہج کی تھیں۔ اسی طرح اقوام وممالک کے حالات میں ہے کہ کون کون سی قومیں کن کن ملکوں میں آباد ہوئیں اور انھوں نے کیا کیا آبادیاں بسائیں۔"(۴۲)

ظفر علی خاں کو صاحب طرز نثار اور شاعر قرار دیا جا سکتا ہے۔ اکثر ان کے تلون مزاج ہونے کی شکایت کی جاتی ہے لیکن حقیقت میں یہ ہی آشفتہ مزاجی ان کے ہاں شعر ونثر کی "آمد" کی باعث بنتی ہے۔ نظر بندی اور جیل میں قید کے دوران "کتابیں" ہی ان کی رفیق رہیں۔ منٹگمری جیل میں تو انہوں نے ایک مختصر سا کتب خانہ بھی قائم کر لیا تھا۔

انہیں کتابیں پڑھنے کا جنون تھا اور اردو کے ساتھ ان کی نظر عالمی اور خصوصاً عربی ادب پر بھی بہت زیادہ تھی۔ بطور مترجم ان کی علمیت کھل کر سامنے آئی ہے۔ اردو میں ان کے خطبات اور انگریزی دانی بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انہوں نے شبلی کی "الفاروق" کو انگریزی میں ترجمہ بھی کیا۔ اس کے علاوہ بھی ان سے بہت سے تراجم یادگار ہیں۔ بلاشبہ ظفر علی خاں اپنی ذات میں انجمن تھے۔ وہ جو بھی تحریر لکھتے اس کیفیت کو خود پر طاری کر لیتے۔ اسی لیے قاری ان کے سحر میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔ ان کے ہمہ جہت اسلوبِ نگارش کے بارے میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار رقم طراز ہیں:

"سیاست وصحافت کے ہمہ جہت تقاضوں نے بھی انہیں ہمہ رنگ تحریروں کا عادی بنا دیا تھا۔ اس طرزِ تحریر کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے اندازِ نگارش میں ہر شعبہ ادب کا حق ادا کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی جب وہ حکایت وافسانہ لکھتے ہیں تو شرر اور سرشار سے چشمک کرتے جاتے ہیں۔ جب ٹھوس علمی مضامین پر آتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا طرزِ تحریر اسی غرض کے لیے وجود میں آیا تھا۔ جب مزاح میں آتے ہیں تو ان کے اسلوبِ تحریر کا دامن وسیع ہو کر

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اس کو اس طرح اپنی پہنائیوں میں قبول کرلیتا ہے کہ طبیعت پر فرحت و انبساط کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ تنقید کے وقت وہی اسلوبِ نگارش۔۔۔ میدانِ رزم کا رہوار بن جاتا ہے۔ الغرض نہ خود ظفر علی خاں علم و ادب کے کسی شعبہ میں بند ہیں اور نہ ان کا رہوار نگارش کسی وادی میں لنگ۔"[۴۳]

ظفر علی خاں کا مرتبہ بحیثیتِ صاحبِ طرز ادیب و انشاء پرداز مسلم ہے اور ناقدین کے بقول اُردو کے رومانی ادیبوں میں انہیں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ مذکورہ مقالہ میں ظفر علی خاں کی زندانی تحریروں ان کے احوال و آثار کا تذکرہ کر کے ان کی علمی و ادبی خدمات کے پارینہ قصہ کو دہرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ نوجوان نسل اور ہماری جامعات کے نصاب میں، اس حریتِ فکر کے حامل ادیب کا کوئی حصہ نہیں ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ظفر علی خاں کے ادبی کارناموں کو باقاعدہ مدون کیا جائے تاکہ قارئینِ اردو ان سے استفادہ کر سکیں۔

حوالہ جات

۱۔ زیدی، نظیر حسین، ڈاکٹر، مولانا ظفر علی خاں، احوال و آثار، لاہور: مجلس ترقی ادب، ط اوّل، جون ۱۹۸۶ء، ص:۲۱

۲۔ ایضاً، ص:۳۲

☆ مولوی محمد عبد اللہ قریشی، (نقوش آپ بیتی نمبر صفحہ ۱۳۱۷، اکتوبر ۱۹۵۶ء) کے مطابق مولانا ظفر علی خاں کی ولادت ۱۸۷۰ء میں ہے۔

☆ اشرف عطاء، مولانا کے رفیقِ خاص رہے۔ ان کی کتاب "مولانا ظفر علی خاں" میں تاریخِ ولادت ۱۲۹۰ھ ہے عیسوی کا تعین نہیں لیکن ۱۸۷۰ء ہی بنتا ہے۔

☆ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی معروف تصنیف "مولانا ظفر علی خان، حیات، خدمات، آثار" کے مطابق تاریخ ولادت ۱۸۷۳ء ہے۔ ۱۸۷۳ء ہی کو مستند مانا جاتا ہے۔ اور بھی بہت سے نام اس ضمن میں ہیں جن کے ذکر کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

۳۔ ایضاً، ص:۱۴۴

۴۔ ایضاً، ص:۲۶۳

۵۔ جائے حیرت ہے کہ اس خاصی علمی، ادبی تہذیبی اور سیاسی دور کو اکثر و بیشتر اُردو دان طبقہ فراموش کر چکا ہے۔ آج بھی بہت سے پہلوؤں پر، ادبی اور تہذیبی نیز سیاسی حوالوں سے مولانا ظفر علی خاں پر دادِ تحقیق دی جا سکتی ہے کیونکہ بقول "ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار" بہت سے ایسا مواد ہے جو زمیندار اور معاصر مجلوں اور اخبارات وغیرہ میں تدوین کا منتظر ہے جو ظفر علی خاں کے رشحاتِ فکر کا نتیجہ ہے۔

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

بد قسمتی سے نئی نسل آج ان مشاہیر اور خصوصاً ظفر علی خاں کے نام اور کام سے آشنا نہیں۔

۶۔ نظیر زیدی، ڈاکٹر، مولانا ظفر علی خاں، ص:۲۸۲

۷۔ مولانا ظفر علی خاں نے متعدد معروف انگریزی کتب کے تراجم کیے چند ایک یہ ہیں:

لارڈ کرزن کی تصنیف Persia and the Persian Culture کا ترجمہ "خیابانِ فارس" کے نام سے کیا۔ یہ خاصے کی چیز ہے۔ اگر اس پر حواشی و تعلیقات کے حوالہ سے جائزہ لیا جائے تو اچھا خاصا تحقیقی مقالہ وجود

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

میں آسکتا ہے۔

"معرکہ مذہب و سائنس" کے نام سے ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر کی تالیف " A History of Conflict between religion and Science"کا اردو ترجمہ کیا۔

اور بھی بہت سے علمی تراجم ہیں جن کا ذکر طوالب کے خوف سے حذف کیا جاتا ہے۔ مسٹر روڈیار ڈکیلنگ کی تصنیفThe Jungle Bookکا ترجمہ "جنگل میں منگل" کے عنوان سے یہ ترجمہ ۱۹۰۱ء میں شائع۔

۸۔ ذوالفقار، غلام حسین، ڈاکٹر، مولانا ظفر علی خاں، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء، ص: ۱۱۹

۹۔ ایضاً، ص: ۱۲۰

۱۰۔ ایضاً، ص: ۱۲۳

مولانا ظفر علی خاں نے بالتفصیل یہ واقعہ "ستارہ صبح" ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء کی اشاعت میں بیان کیا اور پھر بعد میں منٹگمری جیل سے رہائی کے بعد بھی یہ واقعہ ایک جلسے میں دہرایا کہ کس طرح ایک سکھ زمیندار سردار خزاں سنگھ نے اپنی والدہ کے حکم پر ضمانت دینے میں معاونت کی اور ظفر علی خان کو مجبوراً دس ہزار روپے سردار خزاں سنگھ سے وصول کرنا پڑے۔ تفصیلات کے لیے دیکھئے کتاب مذکورہ بالا۔

ذوالفقار، غلام حسین، ڈاکٹر، مولانا ظفر علی خاں، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء، ص: ۱۳۰

۱۱۔ ذوالفقار، غلام حسین، ڈاکٹر، مولانا ظفر علی خاں، ص: ۱۲۴

۱۲۔ ایضاً، ص: ۱۲۶

۱۳۔ ظفر علی خان، ایڈیٹر، "ستارہ صبح" کرم آباد، جلد ۱، شمارہ نمبر ۱، ۱۲ نومبر ۱۹۱۶ء

۱۴۔ ایضاً، ص: ۴

"اسلامی تاریخ کے واقعات سنائیں" خاصا ذو معنی فقرہ ہے۔

۱۵۔ ستارہ صبح، ۱۲ نومبر ۱۹۱۶ء، ص: ۹

۱۶۔ ایضاً، ص: ۳۹

۱۷۔ دستیاب شدہ شماروں کا ادبی مقام و مرتبہ متعین کرنے کے لیے ایک علاحدہ تحقیقی مقالہ درکار ہے جو کسی کہنہ مشق محقق کی راہ دیکھ رہا ہے۔

۱۸۔ "ستارہ صبح" جلد اوّل، نمبر ۲، لاہور: ۵ صفر المظفر، ۱۳۳۵ھ، یکم دسمبر، ۱۹۱۶ء، ص: ۵۱

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۹۔ ایضاً، ص:۵۵
۲۰۔ ایضاً، ص:۹
۲۱۔ ایضاً، ص:۲۴
۲۲۔ ستارہ صبح، ۸ جنوری ۱۹۱۷، نمبر ۷، ج ۱، لاہور: ص:۱
۲۳۔ ستارہ صبح، شمارہ ۲۴، ۲۳، لاہور: ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء
۲۴۔ ستارہِ صبح، شمارہ نمبر ۲۴، ۲۳، لاہور: ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء، ص:۲
۲۵۔ ایضاً، ص:۲۲
۲۶۔ ذوالفقار، غلام حسین، ڈاکٹر، مولانا ظفر علی خاں، حیات، خدمات آثار، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء، ص:۱۲۶
۲۷۔ ایضاً، ص:۱۲۷
۲۸۔ ایضاً، ص:۱۲۸
۲۹۔ ستارہِ صبح، جنوری ۱۹۱۷ء، جلد ۱، شمارہ ۵۷، ص:۱۰
۳۰۔ مولانا ظفر علی خان، حیات، خدمات، آثار، ص:۱۲۷
۳۱۔ ایضاً، ص:۱۳۱
۳۲۔ ایضاً، ص:۱۳۹
۳۳۔ ایضاً، ص:۱۴۴
۳۴۔ ایضاً، ص:۱۷۹
۳۵۔ ظفر علی خان، مولانا، قیدِ فرنگ، شورش کاشمیری (م)، لاہور: الفیصل، ۱۹۹۶ء
۳۶۔ ایضاً، ص:۲۴
۳۷۔ ظفر علی خان، احوال و آثار، ذوالفقار، غلام حسین، ص:۶۰۶
۳۸۔ ایضاً، لطائف الادب، ص:۶۶۲
۳۹۔ ایضاً، ص:۶۲۷
۴۰۔ حقیقت وافسانہ (وقائع واثق باللہ عباسی)، مشمولہ: مولانا ظفر علی احوال و آثار، ص:۶۳۳

۴۱۔ حقائق و معارف، ص:۳۷، مشمولہ مولانا ظفر علی احوال و آثار

۴۲۔ ایضاً، ص:۹۶

۴۳۔ مولانا ظفر علی خان، احوال و آثار، ص:۶۳۵